وقائع سیرت سے استنباط احکام و عبر میں امام سہیلیؒ کا اسلوب و منہج

(الروض الانف کے تناظر میں)

حافظ محمد نعیم *

امام سہیلیؒ کے مختصر حالات زندگی:

اسلامی تعلیمات کا منبع و ماخذ اور مصدر و مرجع آپؐ کی ذات مبارکہ ہے یہی وجہ ہے کہ قافلہ سیرت نگاری ہر دور میں رواں دواں رہا ہے تاکہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے ایک ایک پہلو کو عمومی طور پر پوری انسانیت اور خصوصی طور پر مسلم امہ کے سامنے رکھا جائے اور عملی زندگی کے لیے اُس سے رہنمائی اخذ کی جائے۔ اس قافلہ سیرت نگاری پر اگر نظر ڈالی جائے تو اس میں ایسے سیرت نگار حضرات بھی شامل ہیں کہ تاریخ جن کی مثال دینے سے قاصر ہے انہی بے مثل حضرات میں سے ایک اہم نام امام سہیلیؒ کا ہے۔ تاریخ سیرت نگاری اور خاص طور پر اندلس کی سیرت نگاری جن حضرات پر ناز کر سکتی ہے امام سہیلی ان میں سے ایک ہیں۔

آپ کا پورا نام عبدالرحمٰن عبداللہ احمد بن اصبع بن حسین بن سعدون بن رضوان بن فتوح الخثعمی السہیلی الاندلسی المالکی ہے ۵۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ تراجم و انساب، رجال، لغت، نحو، شاعری، تاریخ، حدیث، فقہ اور سیرت میں مہارت رکھتے تھے۔ امام سہیلیؒ نے جلیل القدر اساتذہ سے کسب فیض کیا اور نامور شاگرد چھوڑے۔ بصارت سے محرومی کے باوجود اپنی صلاحیتوں اور کارناموں سے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال گئے۔ ان کے علمی کارنامے ان کی تصانیف کی صورت میں موجود ہیں۔ ۵۸۱ھ میں مراکش میں انتقال ہوا۔(۱)

الروض الانف امام سہیلیؒ کی تصانیف میں سے بلند مقام کی حامل ہے اور موصوف کی وجہ شہرت بھی، جو کہ بنیادی طور پر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، جو خود السیرۃ النبویۃ لابن اسحٰق کی تلخیص ہے، کی شرح ہے۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام کی دیگر شروحات بھی ملتی ہیں لیکن جو شہرت اور مقبولیت الروض الانف کے حصے میں آئی وہ کسی بھی دوسری شرح کو حاصل نہ ہو سکی اس کی بنیادی وجہ امام سہیلی کا عالمانہ انداز اور الروض الانف میں اختیار کردہ منفرد منہج و اسلوب ہے ابن ھشام نے ''**ذکر سرد النسب الزکی من محمد** ﷺ **الی آدم** علیہ السلام'' سے لے کر ''تمریض رسول اللہ فی بیت عائشہ'' و ''دفن الرسول والصلوۃ علیہ'' تک کے تمام اہم اور بنیادی واقعات سیرت کو زمانی ترتیب کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام سہیلی نے الروض الانف میں ابن ہشام کی اختیار کردہ ترتیب زمانی کو ہی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ نیز سیرت ابن اسحاق اور سیرت ہشام کے متون کو سامنے رکھتے ہوئے غریب الفاظ کی شرح کی ہے، رجال و انساب وغیرہ کی وضاحت کی ہے، لغوی، نحوی و کلامی مباحث کو چھیڑا ہے، روایات

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

کی استنادی حیثیت پر بحث کی ہے اور ایک اہم اور بنیادی کام یہ کیا کہ واقعات سیرت سے دروس وعبر اور فقہی احکام کا استنباط کیا اور سیرت نگاری میں ایک نئے رجحان کی بنیاد رکھی جس کو جدید اصطلاح میں فقہ السیر ۃ کہا جاتا ہے۔(۲) متاخرین کی امہات کتب سیرت میں اگرچہ یہ اصطلاح استعمال نہیں ہوئی لیکن واقعات سیرت کے تحت سینکڑوں احکام و مسائل اور بصائر و حکم کا استنباط کیا گیا ہے۔ابتدائی کتب سیرت مثلاً سیرت ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام اور کتب تاریخ وطبقات میں موجود حصہ سیرت میں دینی احکام کی فرضیت کی تواریخ وغیرہ سے تو بحث کی گئی ہے مگر وہاں نہ تو کسی بحث کو فقہی انداز میں زیر بحث لایا گیا ہے اور نہ ہی کسی واقعہ سیرت سے کوئی مسئلہ اخذ کیا گیا ہے۔اگرچہ امام سہیلیؒ کے پیش رواندلسی سیرت نگار حضرات میں سے امام ابن حزم (م۴۵٦ھ) اور ابن عبدالبر (م۴٦۳ھ) کے ہاں اس اسلوب کی جھلک ضمناً ملتی ہے مگر امام سہیلیؒ نے اس اسلوب کو ضمناً نہیں بلکہ التزاماً اختیار کیا ہے اور اس کا اظہار انہوں نے اپنی شرح کے مقدمہ میں بھی کیا ہے کہ وہ غریب الفاظ، مبہم اعراب، مشکل کلام، دشوار نسب اور ایسے فقہی نکتہ کی وضاحت کریں گے جو محتاج شرح ہو۔(۳)

الروض الانف کے مباحث فقہیہ:

امام سہیلی چونکہ فقیہانہ مزاج کے حامل سیرت نگار تھے اس لیے وقائع سیرت سے اخذ کردہ فقہی نکات اور دروس وعبر کی مثالیں کتاب میں جا بجا نظر آتی ہیں بلکہ بعض مقامات پر الروض الانف سیرت کی کسی کتاب کی شرح کی بجائے خالصتاً فقہ کے موضوع پر لکھی گئی کتاب دکھائی دیتی ہے۔السیر ۃ النبویۃ لابن ھشام میں اس اسلوب کی کوئی جھلک نہیں ملتی لیکن الروض الانف میں ایسا اسلوب اختیار کرنا امام سہیلی کی جدت اور انفرادیت ہے۔اخذ واستنباط احکام وعبر کے حوالے سے اگر کتاب پر نظر ڈالی جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ امام سہیلی نے سیرت مبارکہ کے تمام پہلوؤں سے استنباط کیا ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے نسب کے بیان کے تذکرہ سے ہی ایسے اسلوب کا آغاز ہو جاتا ہے اور پھر اخذ کردہ احکام کا تعلق زندگی کے تمام گوشوں اور پہلوؤں سے ہے۔البتہ اس حوالے سے ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ امام سہیلی کا یہ اسلوب کسی بھی منطقی ترتیب سے خالی ہے۔یعنی سیرت کے کسی ایک پہلو سے متعلقہ تمام واقعات سے اخذ واستنباط کی بجائے ذاتی دلچسپی اور رجحان کے تحت منتخب کردہ واقعات سے استنباط کیا گیا ہے۔جن روایات سیرت سے احکام اخذ کیے گئے ہیں ان کے علاوہ دیگر بہت سے وقائع سیرت بھی اخذ احکام کا احتمال رکھتے تھے لیکن وہاں شارح کوئی بھی فقہی نکتہ اٹھائے بغیر محض شرح کر کے گذر گئے ہیں۔

الروض الانف میں جن فقہی مسائل سے بحث کی گئی ہے یا جو فقہی احکام ونکات اخذ کیے گئے ہیں ان میں بھتیجی سے نکاح کی حرمت، اشھر حرم میں روزہ رکھنے کی منت اور روزہ رکھنے کے آغاز کا مسئلہ، وراثت میں لڑکیوں کا حصہ، حرم کے درخت کاٹنے کی دیت، حلف الفضول کی طرح معاہدہ کرنے کا جواز، رضاعت کی اجرت لینے کا جواز، قرآن کو سونے سے آراستہ کرنے کا حکم، حرم کے شکار، درختوں اور گھاس کی حرمت کا مسئلہ، آل محمد ﷺ کے لیے صدقہ قبول کرنے کا جواز، قرآن کو بسم اللہ سے

شروع کرنے کا مسئلہ، فرضیت وضو، جبر واکراہ اور خطرۂ جان کی صورت میں کلمۂ کفر کا جواز، قتل اور بدکاری پر اکراہ کا حکم، دین بچانے کے لیے وطن سے خروج کا جواز، کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا جواز، تعریض کے متعلق حکم، قرآن مجید کو چھوتے وقت طہارت کا مسئلہ، یہودیوں کے محمد ﷺ کہنے کی بجائے مذمم کہنے سے مسئلہ طلاق میں استعمال شدہ الفاظ کی شرعی حیثیت کا مسئلہ، پانی، گھاس اور آگ کی ملکیت کا مسئلہ، عورت کی سرین میں جماع کرنے کا مسئلہ، ولد الحرام سے متعلقہ مسائل، مسائل طلاق مکرہ، مشرک کا ہدیہ قبول کرنے کا جواز، کافر کا قبول اسلام کے وقت غسل کرنا اور اس کے جواز اور نیت کا مسئلہ، سائبہ کی میراث، دو مختلف افراد کے آذان اور اقامت کہنے کا جواز، آذان میں حکمتیں اور لطیف معانی نیز آپ ﷺ کے اذان نہ دینے کی حکمت، تعویذ کے استعمال کی شرعی حیثیت، رجم کا طریقہ کار، اللہ تعالیٰ کو خلیل کہنے کا جواز، بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم، اشھر حرم میں تحریم جنگ کی حکمت، فال بد اور قبیح نام کی کراہت، عورت، گھوڑے اور گھر سے بدشگونی لینا، مشرک کے قبول اسلام کے بعد اس کے نکاح کی تجدید کا مسئلہ، غنیمت کی تقسیم کے احکام اور نفل کی اقسام، میدان جنگ سے فرار ہونے کا جواز، گستاخ رسول کی سزا، حضور ﷺ کو خلیل کہنے کا جواز، جنبی شہید کے غسل کا مسئلہ، خون نبی ﷺ کی حرمت کا مسئلہ، شہید پر نماز جنازہ کے احکام، شہید کو غسل نہ دینے کی حکمت، قتل صبر سے قبل دو رکعت نماز کی شرعی حیثیت، صلوٰۃ الخوف کا طریقہ، حضرت جابرؓ سے حضور ﷺ کا اونٹ خریدنا اور بیع وشراء کے مسائل، زخمی شخص کی نماز کا مسئلہ، دشمن کو مال دے کر صلح کرنے کا جواز، آیت یا حدیث کے ظاہری معنی پر عمل کرنے کا جواز، حضرت فاطمہؓ کو برا بھلا کہنے کی سزا، مرتدہ کے قتل کا جواز اور بلوغت کی پہچان کی اصل، اللہ کی نافرمانی اور ملکیت غیر میں نذر کا حکم، دور اسلام میں جاہلیت کے نعرہ کا حکم، نکاح کے لیے کسی عورت کو دیکھنے کا جواز، خیار عتق، حضرت عائشہ کی برأت کے بعد ان پر تہمت لگانے والے کی سزا، احرام باندھنے کے مقام کے تعین میں فقہاء کے اقوال، اکیلے آدمی کے سفر کا جواز، دس سال سے زائد عرصہ کے لیے صلح کا جواز، مہاجر عورتوں کی واپسی کا مسئلہ، عورتوں سے مشاورت کی شرعی حیثیت، فال پکڑنے کی شرعی حیثیت، پالتو گدھوں اور گھوڑوں کی حلت وحرمت، نکاح متعہ کی حلت وحرمت، سونے کو چاندی کے بدلے خریدنے کا حکم، مال غنیمت میں حضور ﷺ کے انتخاب کی بحث، آزادی بطور مہر، خیبر کی زمین اور دیگر اراضیٔ مفتوحہ کی تقسیم کے احکام، معانقہ ومصافحہ کا جواز، عمرہ کا حکم، محرم کے لیے شادی کا حکم، دوران جنگ گھوڑے کی کونچیں کاٹنے کا جواز، تعزیت کے کھانے کی اصل، بچے کی امان اور پناہ کا مسئلہ، عورت اور غلام کی پناہ کا مسئلہ، قتل جاسوس کا جواز، قبل از عدت زوج کے اسلام قبول کرنے پر نکاح کی حیثیت، خضاب لگانے کا حکم، مکہ مکرمہ کی زمین کے احکام، کعبہ کا گناہگاروں کو پناہ دینے کا مسئلہ، دیت و قصاص کے احکام، سلبِ مقتول کے احکام، ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا جواز، چار سے زائد بیویوں کی صورت میں چار کو رکھنے اور باقیوں کو چھوڑنے کا مسئلہ، بعد از تقسیم غنیمت قیدیوں پر احسان اور امام کے اختیار کا مسئلہ، مجوسی، بت پرست اور کتابی لونڈی کا حکم، کسی کا اٹھ کر استقبال کرنے کا جواز، باپ اور بیٹے کی عقد واحد میں گواہی کا مسئلہ، جزیہ کے احکام، مشرک کے مسجد میں داخل

ہونے کا جواز، مسائل حج اور آپ ﷺ پر نماز جنازہ کے احکام وغیرہ جیسے مسائل شامل ہیں۔

وقائع سیرت سے استنباط واستخراج کی چند مثالیں:

الروض الانف میں روایات سیرت سے استنباط واستخراج کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) امام سہیلیؒ نے ''سیاقة النسب من ولد اسماعیل علیه السلام'' کی شرح میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ کیا ہے اور اسی ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حضرت سارہ سے شادی کا تذکرہ بھی موجود ہے شارح یہاں بھتیجی سے حرمت نکاح کی بحث اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض علماء کے بیان کردہ نسب کے مطابق حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھتیجی بنتی ہیں اور اس وقت بھتیجی سے نکاح کرنا جائز تھا ابن قتیبہ نے معارف میں اور نقاش نے اپنی تفسیر میں ایسا ہی قول لکھا ہے مگر نقاش نے آیت قرآنی ''شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا'' (۴) کی تفسیر میں اس کو رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت نوح کی زبان سے یہ اعلان ہو چکا تھا کہ انسان کی بھتیجی اس کے لیے حرام ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ صحیح نقطہ نظر بھی یہی ہے اور علماء کی غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ ہاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کا نام تھا مگر یہ ہاران اصغر تھا جبکہ حضرت سارہ ہاران اکبر کی بیٹی تھیں (۵) جو کہ حضرت ابراہیم کے چچا تھے۔(۶)

(۲) قصی بن کلاب کے زمانہ میں مکہ مکرمہ پر قبضہ کرنے اور حرم کے درخت کاٹنے کے سلسلہ میں امام سہیلیؒ نے حرم کے درخت کاٹنے کی دیت سے بحث کی ہے اور اس حوالے سے مختلف فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ امام مالک کے بقول حرم کے درخت کاٹنے کے حوالے سے ان تک کوئی اصل نہیں پہنچی جس نے ایسا کیا برا کام کیا۔ امام سہیلی نے امام شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے بڑے درخت کی دیت ایک گائے اور چھوٹے درخت کی دیت ایک بکری قرار دی ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر درخت ایسا ہو جس کا پودا لوگ اپنے ہاتھوں سے لگاتے ہیں اور یہ خواہش رکھتے ہیں کہ وہ پھلے پھولے تو اس کے کاٹنے پر کوئی فدیہ نہیں اور اگر اس کے علاوہ کوئی درخت ہو تو اس کی قیمت ادا کی جائے گی (۷) جبکہ ابوعبید قاسم بن سلام کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم سے درخت کاٹنے کی دیت ایک غلام آزاد کرنا مقرر فرماتے تھے۔(۸)

(۳) حلف الفضول کے حوالے سے شرح کرتے ہوئے امام سہیلی لکھتے ہیں کہ:

زمانہ جاہلیت میں لوگ جنگ اور تعصب کے موقع پر ''یا لفلان'' پکارا کرتے تھے مگر اسلام نے اس دعوی جاہلیت کو ختم کر دیا آج حلف الفضول کی طرح دعوت دینا اور معاہدہ کرنا جائز ہے اسلام میں اس کا حکم باقی ہے۔(فحكمه باق والدعوة به جائزة)(۹)

(۴) شق صدر کی وضاحت کے ضمن میں امام سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا دو مرتبہ شق صدر ہوا اور دونوں مرتبہ سونے

کا طشت لایا گیا جس میں موجود ثلج اور آب زمزم سے قلب اطہر کو دھویا گیا۔امام نے یہاں سونے کے ظاہری و باطنی اوصاف اور قرآن مجید کے خصائص و امتیازات کا تقابل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض فقہاء نے اس واقعہ سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ قرآن پاک کو سونے سے آراستہ کرنا جائز ہے۔(۱۰)☆

(۵) حضرت سلمان فارسیؓ کے قبول اسلام کی روایات کی شرح کرتے ہوئے امام سہیلی لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے کچھ چیزیں جمع کیں اور آپ ﷺ کی علامات نبوت دیکھنے کی غرض سے بارگاہ رسالت میں پیش کیں اور یہ جاننا چاہا کہ آپ ﷺ صدقہ کا مال کھاتے ہیں یا نہیں۔آپ ﷺ نے ان سے کوئی سوال نہ کیا کہ تم آزاد ہو یا غلام اور تم نے یہ مال کہاں سے لیا ہے صاحب الروض الانف کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ فقہی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ ہدیہ قبول کرنا چاہیے اور ہدیہ دینے والے سے سوال نہیں کرنا چاہیے (کہ تم نے یہ مال کہاں سے لیا) اور اسی طرح صدقہ کا حکم ہے نیز ابوعبید کے حوالے سے آپ نے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا ہے کہ غلام مالک بن سکتا ہے کیونکہ اگر وہ غلام مالک نہ بن سکتا ہوتا تو حضور ﷺ حضرت سلمان فارسیؓ کا صدقہ قبول نہ فرماتے۔(۱۱)

امام سہیلی نے یہاں ''**حکم الصدقه للنبی و مصدر مال سلمان**'' کے تحت وضاحت کی ہے کہ پہلے دن جو مال پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اس میں سے تناول نہیں فرمایا پس حضرت سلمان فارسیؓ جان گئے کہ آپ ﷺ صدقہ کا مال نہیں کھاتے اگلے دن دوبارہ محنت مزدوری کر کے بارگاہ رسالت میں ہدیہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے اس کو قبول کیا اور اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا(۱۲) یہاں امام سہیلیؒ نے محمد ﷺ و آل محمد ﷺ کے لیے صدقہ کے حلال ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں امام شافعیؒ کے قول کے مطابق وہ صدقہ جس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ آل محمد کے لیے حلال نہیں وہ فرضی ہے نفلی نہیں۔امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آل محمد ﷺ کے لیے کوئی صدقہ، چاہے فرضی ہو یا نفلی، حلال نہیں ۔امام ثوریؒ فرماتے ہیں کہ آل محمد ﷺ کے لیے اور نہ ہی ان کے غلاموں کے لیے نفلی ہو یا فرضی کوئی صدقہ بھی حلال نہیں کیونکہ کسی قوم کے غلاموں کا حکم بھی اس قوم کی طرح ہے۔جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک صدقہ آل محمد کے غلاموں کے لیے حلال ہے۔امام ابو یوسفؒ کے نزدیک آل محمد ﷺ کے لیے دوسروں کا صدقہ نہیں جبکہ ان کا اپنا صدقہ ایک دوسرے پر حلال ہے(۱۳) اور آل محمد ﷺ سے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب مراد ہیں۔(۱۴)

(۶) حضرت بلالؓ اور آل یاسر و دیگر حضرات پر ظلم وستم کے واقعہ سے شارح نے قرآن کی آیت ''**الا من اکرہ و قلبه مطمئن بالایمان**'' (۱۵) کی روشنی میں استنباط کیا ہے کہ مومن کو حالت اکراہ میں رخصت دی گئی ہے کہ جب اسے اپنی جان کا خوف ہو تو وہ کلمۂ کفر کہہ سکتا ہے جب تک کہ وہ امن میں نہ آ جائے پھر شارح موصوف نے اسی ضمن میں ذکر کیا ہے کہ اگر انسان

کی جان ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو شراب پینا بھی اس کے لیے جائز ہے لیکن اگر اس کو جان کا خطرہ نہ ہو پھر اس کے لیے صبر ہی افضل ہے اور اگر اسے خوف ہو ایک دن کی قید کا یا پھر خفیف بے عزتی کا تو اس وجہ سے اس کے لیے معصیت حلال نہیں اور اگر اسے کسی کو قتل کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ اپنی جان بچانے کے لیے دوسرے کی جان لینے میں کسی قسم کی رخصت نہیں اسی طرح امام سہیلیؒ نے بدکاری پر اکراہ اور مخاطب بالفعل شخص کو مجبور کیے جانے کے حوالے سے معتزلہ اور اشاعرہ کے نقطہ نظر کی بھی وضاحت کی ہے۔(۱۶)

(۷) یہودی آپ ﷺ کو محمد کہنے کی بجائے زبان کے الٹ پھیر سے مذمم کہتے تھے آپ ﷺ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کی اذیت ناک باتوں سے مجھے کس طرح پھیر دیا وہ مذمم کی ہجو کرتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں جبکہ میں تو محمد ﷺ ہوں، امام سہیلیؒ نے یہاں علامہ النسوی کے کتاب الطلاق میں اس روایت میں مذکور لفظ مذمم سے استنباط کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے ایسے کلام سے طلاق دی جو طلاق سے مشابہت نہیں رکھتا تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی امام سہیلی نے اس استدلال کے بارے میں ''**وھو فقه حسن لقول النبی ﷺ**'' لکھ کر پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔(۱۷)

(۸) واقعہ معراج میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے سفر معراج کے دوران ایسے برتن سے پانی پیا جو ڈھانپا گیا تھا۔ یہاں امام سہیلی نے پہلے خود اعتراض اٹھایا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے برتن میں پانی محفوظ کرلے تو یہ اس کی ملکیت ہے پھر آپ ﷺ کے لیے اس برتن سے پانی پینا کیسے جائز ہوا حالانکہ وہ ملکیت غیر تھا جبکہ کفار کے خون اور املاک اس وقت تک مباح نہ تھے۔ امام سہیلی خود ہی اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ عرب میں یہ عرف تھا کہ وہ مسافروں کے لیے جانوروں کا دودھ دوہنا جائز قرار دیتے تھے چہ جائیکہ پانی۔ اور وہ اپنے چرواہوں سے اس شرط پر معاہدہ کرتے تھے کہ وہ مسافروں کو دودھ پینے سے منع نہیں کریں گے۔ مزید دلیل پیش کرتے ہوئے لکھا ہے: **للحکم فی العرف فی الشریعة اصول**(۱۸)

(۹) سفر معراج میں جب آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ہمراہ بیت المقدس پہنچے تو وہاں حضرت جبرائیل نے اپنی انگلی سے ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا جو پھٹ گئی، پھر حضرت جبرائیل نے وہاں براق کو باندھا۔ امام سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے یہ فقہی مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ تقدیر پر ایمان ہونے کے باوجود احتیاط کرنا توکل کے منافی نہیں۔(۱۹)

(۱۰) حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت اسیدؓ کے قبول اسلام کے واقعہ کی شرح کرتے ہوئے ''**ھل یغتسل الکافر اذا اسلم**'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ حضرت سعدؓ اور حضرت اسیدؓ کے قبول اسلام کے وقت غسل کرنے میں ہر کافر کے لیے سنت ہے کہ جب وہ اسلام قبول کرے تو غسل کرے۔ امام سہیلیؒ نے یہاں مختلف فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں کہ غسل کے وقت کافر کی نیت کیا ہوگی۔ بعض کے نزدیک نیت جنابت کی گندگی دور کرنے کی ہوگی، کچھ کے نزدیک عبادت کی نیت ہوگی، بعض علماء کے نزدیک

اس کا غسل سنت ہوگا فرض نہیں۔امام سہیلیؒ نے یہاں بحث کرتے ہوئے یہ نقطۂ نظر اپنایا ہے کہ کافر کو غسل کا حکم عبادت کی غرض سے دیا جائے گا اور یہ حکم فرض کے حکم میں نہیں۔(۲۰)

(۱۱) آذان کے آغاز کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زید نے اس خواب، جس میں ان کو آذان کے کلمات سکھائے گئے تھے، کا تذکرہ حضورﷺ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ حضرت بلالؓ کو یہ کلمات سکھادو۔حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے فرمایا کہ یارسول اللہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے لہٰذا میری خواہش ہے کہ آذان میں دوں تو آپؐ نے فرمایا کہ حضرت بلال آذان دیں گے اور تم اقامت کہنا، امام سہیلیؒ نے یہاں یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ اگر ایک شخص آذان دے تو دوسرا اقامت کہہ سکتا ہے اسی ضمن میں مصنف نے آذان کو نیند میں سکھائے جانے اور حضورﷺ کے خود آذان نہ دینے کی حکمت سے بھی بحث کی ہے۔(۲۱)

(۱۲) غزوہ احد کے موقع پر حضرت ابودجانہؓ آپﷺ کی عنایت کردہ تلوار لے کر اور سر پر سرخ دو پٹہ باندھ کر درج ذیل رجز پڑھتے ہوئے دشمنوں میں گھس گئے۔**انا الذی عاھدنی خلیلی .... ونحن بالسفح لدی النخیل** (۲۲)

بعض صحابہؓ نے حضرت ابودجانہؓ کے آپﷺ کو خلیل کہنے پر اعتراض کیا کیونکہ آپﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق کو بناتا لیکن اسلام میں اخوت ہے" (۲۳) امام سہیلی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں آپﷺ کو خلیل نہ کہنے کی کوئی اصل نہیں اور پھر صحابہ خلیل سے حبیب کا معنی بھی مراد لیتے تھے۔اس حدیث سے تو بس اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ نہ تو کسی کو آپﷺ نے خلیل کہا اور نہ ہی کسی صحابی کے لیے خاص فرمایا کہ وہ تو خلیل کہہ سکتا ہے دوسرا کوئی نہیں کہہ سکتا اور جو محبت صحابہ کرامؓ کے دلوں میں حضورﷺ کے لیے موجزن تھی وہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ اس (خلیل) سے بھی بڑھ کر آپﷺ کو کسی لقب سے پکاریں جب تک کہ اس لقب میں کوئی غلو یا ناپسندیدہ بات نہ ہو(۲۴)

(۱۳) غزوہ احد میں جب حضرت حنظلہ بن ابی عامرؓ جنابت کی حالت میں شہید ہوئے تو فرشتوں نے ان کو غسل دیا۔امام سہیلی نے یہاں جنبی شہید کے غسل کے متعلق فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں اور لکھا ہے کہ ایک گروہ کا خیال ہے کہ شہید جب جنبی ہو تو اسے غسل دیا جائے گا۔جبکہ دیگر فقہاء کہتے ہیں کہ اسے بھی عام شہداء کی طرف غسل نہیں دیا جائے، کیونکہ موت نے اس کا مکلّف ہونا ساقط کر دیا۔(۲۵)

(۱۴) غزوہ ذات الرقاع میں واپسی پر حضورﷺ نے حضرت جابرؓ کے ساتھ ان کے اونٹ کو خریدنے، اگرچہ انہوں نے آپﷺ کو اونٹ بطور ہدیہ دینے کی پیشکش کی تھی جسے حضورﷺ نے قبول نہیں فرمایا، کے حوالے سے خوب بھاؤ تاؤ کیا اور ان کا اونٹ خرید لیا۔حضرت جابرؓ نے حضورﷺ سے مدینہ تک سوار رہنے کی شرط رکھی جسے آپﷺ نے قبول فرمایا۔امام سہیلیؒ نے اس قصہ سے مندرجہ ذیل مسائل اخذ کیے ہیں۔

(i) خرید و فروخت میں شدید بھاؤ تاؤ کرنا جائز ہے۔

(ii) کسی سامان کی اتنی قیمت دینا جو اس جیسے سامان کی عام قیمت کے برابر نہ ہو جائز ہے۔

(iii) جس شخص نے کوئی سامان اتنی قیمت میں خریدا جو اس جیسے سامان کی قیمت نہ بنتی ہو اور وہ شخص عقلمند ہو اور خرید و فروخت میں ماہر ہو اور پھر بیع میں کوئی دھوکہ بازی بھی نہ ہو تو وہ بیع نافذ ہو جائے گی اور اس میں رجوع جائز نہیں ہوگا۔

(iv) فقہاء کے ایک گروہ نے اس واقعہ سے بیع کے ساتھ کوئی شرط رکھنے کے جواز کی حجت پکڑی ہے۔

(v) بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ بیع کے ساتھ کوئی شرط رکھنا جائز نہیں اگر کوئی بیع شرط کے ساتھ واقع ہو گی تو شرط اور بیع دونوں باطل ہوں گے جبکہ ایک گروہ شرط کے بطلان اور بیع کے جواز کا قول نقل کرتا ہے۔(۲۶)

(۱۵) غزوہ خندق کے موقع پر جب احزاب مدینہ پر چڑھ آئے نیز بنی قریظہ نے صحابہ کرامؓ سے بدعہدی کی تو حضور ﷺ نے قبیلہ غطفان سے مدینہ کی ایک تہائی پیداوار پر مصالحت کرنے کا مشورہ کیا جسے انہوں نے آپ ﷺ کی اجازت سے قبول نہ کیا۔امام سہیلیؒ اس واقعہ سے دشمن سے مال دے کر صلح کرنے کا جواز نکالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر یہ صلح مسلمانوں کے حق میں ہو اور اس میں مسلمانوں کی حفاظت و مصلحت بھی ہو تو ایسا کرنا جائز ہے۔(۲۷)

(۱۶) غزوہ بنی قریظہ میں آپ ﷺ نے فرمایا ''لا یصلین العصر الا فی بنی قریظه''۔صحابہ نکلے، دوران سفر عصر کی نماز کا وقت آ پہنچا، صحابہ کرامؓ کے ایک گروہ نے رستے میں نماز پڑھی جبکہ دوسرے گروہ نے آپ ﷺ کے حکم کو ظاہر پر محمول کرتے ہوئے بنی قریظہ جا کر رات کو نماز پڑھی۔جب آپ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے کسی گروہ کو بھی سرزنش نہ کی۔امام سہیلی یہاں استنباط کرتے ہیں کہ کسی آیت یا حدیث کے ظاہری معنی پر عمل کرنے پر کسی پر مذمت نہیں کی جا سکتی نیز اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ فروعی مسائل میں مجتہدین کے مختلف گروہ درست ہیں۔(۲۸)

(۱۷) واقعہ افک کی شرح کرتے ہوئے امام سہیلی نے مسئلہ اٹھایا ہے کہ اگر کوئی شخص آج حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ امہات المومنین میں سے کسی پر تہمت لگاتا ہے تو اس کی کیا سزا ہے۔اس ضمن میں فقہاء کے اقوال نقل کیے گئے ہیں لکھتے ہیں کہ فقہاء کے اس ضمن میں دو قول ہیں۔(۲۹) پہلا قول یہ ہے کہ اس کو اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے، جس طرح کہ آیت کا عموم تقاضا کرتا ہے، نبی کریم ﷺ نے بھی ان لوگوں پر حد جاری کی جنہوں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی جبکہ برأت (عائشہؓ) کا حکم نازل ہو چکا تھا اور اب اگر کوئی عائشہ صدیقہؓ کی برأت کے بعد آپ پر تہمت لگاتا ہے تو اس کو اس شخص کی مانند قتل کر دیا جائے گا۔جو بعد از اسلام کفر اختیار کرے اور اس پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی اور نہ ہی اس کا کوئی وارث ہوگا کیونکہ اس نے اللہ کو جھٹلایا ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ اگر کسی نے حضرت عائشہؓ کے علاوہ امہات المومنین میں سے کسی پر بھی تہمت لگائی تو اسے بھی قتل کیا جائے گا امام سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ (ابن عربی) کا نقطہ نظر بھی یہی ہے اور یہ قرآن مجید کی آیت ''ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة'' (۳۰) سے ماخوذ ہے کیونکہ حضور ﷺ کی بیویوں پر تہمت لگانا حضور ﷺ کو گالی دینا ہے اور اس سے بڑی اور اذیت کیا ہو سکتی ہے کہ ایک آدمی کو کہا جائے ''قرنان'' (۳۱) اگر کسی بھی نبی کو اس طرح کی گالی دی جائے تو وہ کھلا کفر ہے۔(۳۲)

(۱۸) معاہدۂ حدیبیہ سے امام سہیلی نے استنباط کیا ہے کہ جب مسلمان کمزور ہوں تو مشرکین سے بغیر مال لیے صلح کی جا سکتی ہے نیز شارح نے اس اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے کہ کیا آپ ﷺ کے بعد کسی امام یا حکمران کے لیے دس سال سے زائد عرصہ کے لیے مشرکین سے صلح کرنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ فقہاء کے دلائل نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض فقہاء کے نزدیک اگر امام اسے مناسب سمجھے تو یہ جائز ہے جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ دس سال سے زائد عرصہ کے لیے صلح کرنا جائز نہیں اور جو اس کی ممانعت کی طرف گئے ہیں وہ آیت قتال سے حجت پکڑتے ہیں کہ ''**حظر الصلح هو الاصل**'' علاوہ ازیں ابن اسحاق کی روایت میں صلح کی مدت دس سال مقرر ہو چکی ہے پس ان دس سالوں کے لیے صلح کا جواز تو ثابت ہو چکا ہے اور اس سے زائد عرصہ کے لیے اگر صلح کرنا ہو تو وہ اپنی اصل یعنی (ممانعت) کی طرف لوٹے گی۔ (۳۳)

(۱۹) غزوہ موتہ میں حضرت جعفرؓ کی شہادت پر آپ ﷺ بہت افسردہ ہوئے اور آپ ﷺ نے حکم دیا کہ آل جعفرؓ کے لیے کھانا تیار کیا جائے کیونکہ ان کے گھر والوں کو حضرت جعفرؓ کی شہادت اور غم نے (کھانے کا اہتمام کرنے سے) غافل کیا ہے۔ صاحب الروض الانف فرماتے ہیں کہ: **وهذا أصل فی طعام تعزیة** (۳۴)

(۲۰) غیلان بن سلمہ ثقفی جب اسلام لائے تو ان کے عقد میں دس بیویاں تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ چار بیویاں رکھ لو اور باقی بیویوں کو چھوڑ دو۔ امام سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، فقہاء حجاز کے مطابق وہ کوئی سی چار بیویاں رکھ لے، جبکہ فقہاء عراق کے نزدیک وہ ان چار کو رکھے جن سے پہلے شادی کی۔ حجاز کے فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ اس نے کن چار سے پہلے شادی کی اور اس وضاحت کا ترک کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اسے (خاوند کو کوئی سی بھی چار چن لینے کا) اختیار ہے یہاں تک کہ علماء نے اسے عام اصول قرار دیا ہے۔ امام سہیلی نے ابوالمعالی الجوینی کی کتاب البرهان سے ان کا قول (**ترک الاستفصال فی حکایات الأحوال مع الإحتمال یتنزل منزلة العموم فی المقال**) نقل کیا ہے کہ احتمال کی موجودگی کے ہوتے ہوئے احوال کے بیان کے وقت وضاحت کا ترک کرنا گفتگو میں عموم کا قائم مقام ہے۔ (۳۵) (یعنی شوہر کو اختیار ہے کہ جن چار کو چاہے رکھ لے اور باقی بیویوں کو چھوڑ دے)

واقعات سیرت سے استنباط میں امام سہیلی کا اسلوب و منہج

مندرجہ بالا صفحات میں مذکور واقعات سیرت سے مستنبط فقہی احکام اور حکمتیں امام سہیلی کے فقہی ذوق و بصیرت کی آئینہ دار ہیں۔ اس حوالے سے امام سہیلیؒ کے منہج و اسلوب کے نمایاں پہلو درج ذیل ہیں۔

(i) قرآن سے استدلال:

واقعات سیرت سے اخذ و استنباط کے ضمن میں امام سہیلیؒ نے آیات قرآنیہ سے استشہاد و استدلال کو اولیت دی ہے مثلاً حضرت عمر فاروقؓ کے قبول اسلام کے وقت جب انہوں نے قرآن کو چھونا چاہا تو ان کی بہن نے کہا کہ ''لا یمسہ الا

المطھرون"(۳٦)امام سہیلیؒ نے یہاں قرآن مجید کو چھونے سے قبل طہارت کے حوالے سے بحث کی ہے اور اس کو مستحب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ طہارت فرض نہیں کیونکہ اگر یہ فرض ہوتی تو آیت میں اس کی وضاحت ہوتی اور ہمارے قول کی دلیل آپ ﷺ کا ہرقل کو اپنے مکتوب میں آیت "قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمة" (۳۷)لکھنا ہے۔(۳۸)☆

حضرت ابن ام مکتومؓ کے حوالے سے نازل شدہ آیات "عبس وتولی ہ ان جاءہ الاعمی......مطھرة" (عبس:۱-۱۴) کی شرح میں امام سہیلی فقہی نکتہ اخذ کرتے ہیں کہ تخلیقی اعتبار سے اگر انسان میں کوئی عیب، مثلاً اندھا پن یا لنگڑا پن وغیرہ، ہو تو اس کا ذکر کرنا عیب نہیں لیکن اگر ایسا کہنے سے مقصود کسی کا مذاق اڑانا ہے تو کہنے والا گناہ گار ہے اور پھر یہ افعال جاھلین میں سے ہے۔جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"أتتخذنا ھزوا قال اعوذ باللہ ان أکون من الجھاھلین"(۳۹)

(ii) دیگر روایات سیرت واحادیث وآثار سے استدلال:

روایات سیرت اور احادیث مبارکہ سے استنباط کے دوران دیگر روایات سیرت، احادیث مبارکہ وآثار کو شارح نے اپنے مؤقف کی وضاحت اور استدلال کے لیے استعمال کیا ہے۔غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں میں سے حضرت کعبؓ کی جب توبہ قبول ہوئی تو حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ ان کو مبارک دینے کے لیے اٹھے۔حضرت کعبؓ ذکر کرتے ہیں کہ مہاجرین میں سے ان کے علاوہ کوئی اور نہ اٹھا اور ان (طلحہ بن عبید اللہؓ) کا یہ طرز عمل مجھے نہیں بھولے گا۔امام سہیلی فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں ایسی خوشی کے جواز کی دلیل ہے جو کسی کے لیے اٹھنے سے ہوتی ہے، جس طرح کہ حضرت کعبؓ حضرت طلحہؓ کے قیام سے خوش ہوئے، حضرت سعد بن معاذؓ کے بارے میں حضورؐ نے بنی قریظہ سے فرمایا تھا کہ "قوموا الی سید کم" (۴۰) آپ ﷺ خود صفوان بن امیہ، عدی بن حاتم، زید بن حارثہ اور دیگر افراد کے لیے کھڑے ہوئے۔جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے(۴۱)۔یہ حدیث پچھلی روایت کے متعارض نہیں کیونکہ یہ متکبرین کے لیے ہے اور ان لوگوں کے لیے ہے جن کے لیے اگر کھڑا نہ ہوا جائے تو وہ غضبناک ہوں اور سخت ناراضگی کا اظہار کریں۔(۴۲)

(iii) روایات کے ضعف واضطراب کی نشاندہی:

امام سہیلی روایات پر حکم بھی لگاتے ہیں، مثلاً امام سہیلی نے فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے باب الکعبہ پر خطبہ کی شرح میں دیات کا تذکرہ کیا ہے اور قتل عمد اور شبہ عمد میں دیت اور قصاص لینے کے حوالے سے اہل عراق، اہل حجاز اور امام شافعی سمیت فقہاء کی آراء اور اختلاف کا تذکرہ کیا ہے نیز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت علیؓ سے مروی روایات ذکر کی ہیں جن کے مطابق قصاص صرف ایسی صورت میں لیا جائے گا جب مقتول کو لوہے یا تلوار سے قتل کیا جائے گا (نہ کہ کوئی آدمی جان بوجھ کر چابک یا ڈنڈے کے ساتھ کسی کو قتل کرے یہ شبہ عمد ہے اہل عراق ایسے قتل میں قصاص کے قائل نہیں جبکہ امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ ایسی صورت میں دیت مغلظہ ہوگی اور جانور تین قسم کے ہوں گے فقہاء حجاز کے

نزدیک قصاص صرف قتل عمد میں ہوگا جبکہ قتل خطاء میں پانچ قسم کے جانور دیت میں لیے جائیں گے) امام سہیلی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع روایت ''لاقود الا بحدیدة ''(۴۳) ابو معاذ سلیمان بن ارقم کے گرد گھومتی ہے جو کہ بالا جماع ضعیف ہے(۴۴) اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ''لاقود الابحدیدة ''معلیٰ بن ہلال کے گرد گھومتی ہے وہ بھی ضعیف اور متروک الحدیث ہے(۴۵)اسی طرح حضرت علیؓ کی روایت ''لاقود الابالسیف ''اپنی سند کی وجہ سے حجت نہیں۔دوسرے لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ قاتل کو قتل کیا جائے گا چاہے اس نے کسی انداز میں بھی قتل کیا ہو تو ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے ''فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم ''(۴۶)اور یہودی والی حدیث۔(بھی ان کی دلیل ہے کہ) ایک یہودی نے عورت کا سر اس کے زیورات کی وجہ سے کچل دیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ اس یہودی کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان کچل دیا جائے۔(۴۷) گویا امام سہیلیؒ یہاں دوسرے نقطہ نظر کی تائید کرتے نظر آتے ہیں اور پہلی رائے (کہ قصاص صرف لوہے یا تلوار سے قتل کی صورت میں لیا جائے گا) کو راویوں کے ضعیف اور متروک الحدیث ہونے کی بنیاد پر رد کرتے ہیں۔

حضرت جعفرؓ کے غزوہ موتہ میں اپنے گھوڑے کو زخمی کرنے (اس خوف سے کہ دشمن اس پر قابو پا کر مسلمانوں کے خلاف استعمال کرے گا) کی روایت سے امام سہیلی نے دوران جنگ جانور کو زخمی کرنے کے جواز کی دلیل پکڑی ہے اور لکھا ہے کہ یہ صورت اس نہی میں داخل نہیں جس میں اس بات کی تصریح ہے کہ جانوروں کو عذاب دینا اور انہیں بے مقصد قتل کرنا جائز نہیں اس کے ساتھ ہی امام سہیلی نے ابوداؤد کے حوالے سے اس امر کی وضاحت بھی کر دی ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں (لیس هذا الحدیث بالقوی)(۴۸)

(iv) متناقض و متعارض روایات میں تطبیق:

تعارض روایات کی صورت میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ کسی کے احترام میں کھڑا ہونے اور آپ ﷺ کا کسی کے احترام میں کھڑا ہونے کی ممانعت کرنے کی روایات میں تعارض کو رفع کرنے اور روایات میں تطبیق پیدا کرنے کی عمدہ سعی کی گئی ہے۔(۴۹) آپ ﷺ پر جادو کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحب الروض الانف نے تعویذ کے استعمال کے جواز اور عدم جواز کی بحث ''فقه حدیث السحر ''کے عنوان کے تحت چھیڑی ہے اور اس حوالے سے روایات میں تعارض کو رفع کیا ہے(۵۰) علاوہ ازیں امام سہیلی لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق نے یہ ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ عمرہ کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف نکلے لیکن اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ آپ ﷺ نے احرام کہاں سے باندھا۔صحیح بخاری میں (امام) زھری سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ذوالحلیفه سے احرام باندھا (جبکہ) یہ حضرت علیؓ سے مروی روایت کے خلاف ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ ''مکمل عمرہ یہ ہے کہ تو اپنے گھر سے عمرہ کا احرام باندھے'' سہیلیؒ کے نزدیک حضرت علی کے اس قول کی تاویل کی جائے گی کہ یہ قول اس شخص کے لیے ہے جس کا گھر میقات سے آگے (حدود حرم میں ہے) وہ شخص اپنے گھر سے ہی احرام باندھے گا جس طرح اہل مکہ حج کا احرام مکہ سے باندھتے

تھے(۵۱) مزید لکھتے ہیں اس میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے اونٹوں کا شعار کیا (علامت لگائی) جبکہ یہ قول نخعی اور اہل کوفہ کے اس قول کے خلاف ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ مثلہ کی ممانعت سے شعار کا حکم بھی منسوخ ہوگیا تو ان سے کہا جائے گا کہ مثلہ کی ممانعت کا حکم غزوہ احد کے بعد کا تھا پس ناسخ منسوخ سے متقدم تو نہیں ہوسکتا۔(۵۲)

امام سہیلی نے حضرت ابوقحافہؓ کے قبول اسلام اور ان کا سفید سر اور سفید داڑھی دیکھتے ہوئے ان کو دونوں کا رنگ بدلنے کے نبوی فرمان کے تذکرہ میں آپ ﷺ کے خود خضاب لگانے یا نہ لگانے کے حوالے سے بحث کی ہے امام سہیلی لکھتے ہیں کہ مختلف احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے سفید بالوں کو رنگا نہیں جبکہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے خضاب لگایا۔ امام سہیلی ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے تھوڑے سے سفید بال تھے جنہیں آپ ﷺ نے خضاب کے ساتھ بدل دیا (مزید یہ کہ) جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو جس کے پاس آپ ﷺ کے کچھ بال تھے تو انہوں نے ان بالوں کو زیادہ عرصہ کے لیے محفوظ رکھنے کے لیے کوئی چیز لگالی ہوگی دارقطنی نے اسماء الرجال الموطا میں ایسا ہی کہا ہے۔(۵۳) ☆

(v) ضعیف و متروک روایات سے استدلال:

شہید کو غسل نہ دینے کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام سہیلی نے لکھا ہے کہ شہید کا خون عبادت کی علامت ہے اور شہید روز قیامت اپنے زخموں سے بہتے ہوئے خون کے ساتھ (خدا کے حضور) آئے گا جس کی خوشبو کستوری کی خوشبو کی مانند ہوگی لہٰذا اس سے خون صاف کرنا کیا معانی رکھتا ہے جبکہ اس کا خون تو پہلے ہی پاک اور عبادت کی علامت ہے۔ امام سہیلی نے اس حکمت سے مزید مسائل کا استنباط کیا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ ''روزہ دار کے لیے دن کے پچھلے حصہ میں مسواک کرنا مکروہ ہے'' تاکہ اس کے منہ کی بو ختم نہ ہوجائے کیونکہ وہ عبادت کا اثر ہے اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ روز قیامت وہ (یعنی روزہ دار کے منہ کی بو) کستوری کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہوگی امام سہیلی کہتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں کو مسلم نے روایت کیا ہے۔(۵۴) امام موصوف نے اپنے اخذ کردہ فقہی نکتہ (کہ روزہ دار کے لیے دن کے پچھلے حصہ میں مسواک کرنا مکروہ ہے) پر ایک روایت کو بطور تائید پیش کیا جسے دارقطنی نے حضرت علی اور حضرت ابو ہریرۃ سے روایت کیا جس میں روزہ دار کے لیے دن کے پچھلے حصہ میں مسواک کرنے کے حوالے سے کراہت کا ذکر ہے۔ اس روایت کا ایک راوی عمر بن قیس ہے جسے علمائے جرح و تعدیل نے ضعیف اور متروک قرار دیا ہے۔(۵۵) ☆

(vi) فقہی اصول و قواعد کا اطلاق:

بعض مباحث میں فقہی اصول و قواعد کا اطلاق بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً فتح مکہ کے موقع پر حضرت بلالؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے خانہ کعبہ میں نماز پڑھی جبکہ حضرت عباسؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے نماز نہیں پڑھی(۵۶) ان دونوں روایتوں کو سامنے رکھتے امام سہیلیؒ نے اصولی بحث ''انما یوخذ بشهادة المثبت لا بشهادة النافی'' سے استدلال کرتے

ہوئے حضرت بلالؓ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔(۵۷)

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صحابہؓ نے آپ ﷺ کے حکم کے باوجود بھی قربانی نہ کی تو آپ ﷺ ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور لوگوں کے اس طرز عمل کی شکایت کی انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کسی سے کچھ نہ فرمائیں اور چپ چاپ اپنا جانور ذبح کریں اور سر منڈوائیں۔آپ ﷺ نے کسی سے کچھ کہے بغیر ایسا کیا تو تمام لوگوں نے بھی ویسا ہی کرلیا۔امام سہیلیؒ یہاں امر کے فوری طور پر کسی کام کا تقاضا کرنے یا نہ کرنے کی اصولی بحث سے استدلال کرتے ہوئے صحابہ کرام کے طرز عمل پر تبصرہ فرماتے ہیں کہ ''ففی ترکهم للبدار دلیل علی ان الامر لیس علی الفور'' (۵۸)۔مزید لکھتے ہیں کہ اس میں یہ بھی ہے کہ صحابہ نے قرینہ کی وجہ سے اس کو غیر واجب پر محمول کیا۔قرینہ یہ تھا کہ جب صحابہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے نہ تو خود حلق کروایا ہے اور نہ ہی قربانی کی ہے اور نہ ہی قصر کروایا (تو ایسا نہیں کیا) اور جب انہوں نے ایسا کرتے حضور ﷺ کو دیکھا تو ایسا کیا اور یہ جان گئے کہ یہ امر لازمی ہے پس انہوں نے اطاعت کی۔(۵۹)

(vii) اقوال فقہاء میں ترجیح ورد:

امام سہیلیؒ نے بعض مقامات پر فقہاء کے اقوال اور ان کے مؤقف کا رد کیا ہے جبکہ ایک فقیہ کی رائے کو دوسرے فقیہ کی رائے پر ترجیح دی ہے نیز ذاتی نقطہ نظر بھی بیان کیا ہے جیسے امام شافعیؒ کے اس قول کو رد کیا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کا حصہ ہے۔(۶۰)

حضرت جعفرؓ دیگر افراد کے ساتھ حبشہ سے خیبر تشریف لائے تو حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور انہیں اپنے ساتھ چمٹایا امام سہیلی لکھتے ہیں کہ امام ثوریؒ نے اس روایت سے معانقہ کے جواز کے حوالے سے حضرت امام مالکؒ کے خلاف دلیل پکڑی ہے جبکہ امام مالک کی رائے یہ ہے کہ یہ (معانقہ کرنا) آپ ﷺ کی خصوصیت ہے(۶۱) امام سہیلی نے یہاں امام ثوریؒ کی رائے کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے۔''وما ذهب الیه سفیان من حمل الحدیث علی عمومه اظهر''(۶۲)

امام سہیلی نے استنباط احکام اور بیان احکام میں عمومی طور پر کسی خاص مسلک کی پیروی کرنے کی بجائے معتدل رویہ اختیار کیا ہے البتہ فقہاء کے دلائل کے بیان میں امام مالک کے مسلک کو اولیت دیتے ہیں اور بعض مقامات پر صرف امام مالک کی رائے یا مالکی نقطہ نظر بیان کر کے گزر جاتے ہیں۔مثلاً فتح مکہ کے تذکرہ میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے کفار کو لکھے گئے خط کے پکڑے جانے کے بعد جاسوس کے قتل سے متعلق بحث کی ہے اور یہاں پر صرف مالکی نقطہ نظر بیان کیا ہے کہ جو کوئی ایسا فعل کرے،تو اگر وہ بدری نہیں،تو اسے قتل کیا جائے گا(۶۳)(حالانکہ اس حوالے سے دیگر فقہاء کے مختلف اقوال بھی ملتے ہیں)(۶۴) علاوہ ازیں اگر امام مالک کی رائے یا استنباط کو ترجیح بھی دیتے ہیں تو بہت سلجھے ہوئے انداز میں،مثلاً غزوہ خیبر کے تذکرہ میں گھوڑے کے گوشت کی حرمت یا حلت کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے مختلف احادیث پر حکم لگاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ گھوڑے کے گوشت کے مباح ہونے (جو کہ امام شافعی،امام لیث،اور امام ابویوسف کی رائے ہے) والی حدیث زیادہ صحیح ہے مگر امام مالک نے ایک آیت (والانعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تاكلون)(۶۵) سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انعام کا ذکر کیا۔اور فرمایا

"منها تاکلون "اس کے بعد گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کا ذکر (والخیل و البغال والحمیر لتر کبوھا وزینة)(۶۶) کیا اور فرمایا "لتر کبوھا وزینة" یہ ایک بہترین استدلال ہے (۶۷) امام سہیلی نے اگرچہ واضح انداز میں ذکر نہیں کیا لیکن (انتزاع حسن) عمدہ استدلال قرار دے کر گھوڑے کے گوشت کی حلت یا حرمت کے حوالے سے اپنے رجحان کی طرف اشارہ ضرور کر دیا ہے۔(۶۸) ایک جگہ پر اپنے اخذ کردہ فقہی نکات اور بحث کو سب سے جداگانہ قرار دیتے ہیں، جیسے فال بد اور قبیح نام کی کراہت کا تذکرہ کرتے ہوئے امام سہیلی لکھتے ہیں کہ عورت، گھوڑے اور گھر سے بدشگونی لینے کے حوالے سے حدیث مؤطا (۶۹) کی شرح میں جو تحقیق، وضاحت اور فقہی بحث کردی ہے الحمدللہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں پایا جس نے مجھ سے اس بحث میں سبقت کی ہو۔(لم أراحد. الحمدللّٰہ سبقنی الی مثلہ)(۷۰)

(xiii) لغوی ونحوی مباحث کے ضمن میں استنباط واستخراج:

کتاب میں فقیہانہ رنگ اس قدر غالب ہے کہ امام سہیلی جہاں خالصتاً لغوی ونحوی بحثیں زیر بحث لاتے ہیں وہاں بھی ایسی مثالیں لاتے ہیں جن کا تعلق فقہی احکام سے ہوتا ہے۔مثلاً اصحاب کہف کے سلسلے میں قرآنی آیت "و یقولون سبعة وثامنهم كلبهم" (۷۱) میں واؤ ثمانیہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ واؤ کہنے والوں کی تصدیق پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ عاطفہ ہے اور اس سے پہلے کلام محذوف "نعم" ہے (ہاں ان کا کتا آٹھواں ہے) اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ "ان زیداً شاعراً" (زید شاعر ہے) تو آپ اسے کہیں "وفقیه" (اور فقیہ بھی) تو گویا جو اس نے کہا آپ اس کی تصدیق کررہے ہیں کہ وہ شاعر بھی ہے اور فقیہ بھی۔(۷۲)

حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ "آیتوضا بما أفضلت الحمر" (۷۳) تو آپ ﷺ نے فرمایا "وبما أفضلت السباع" (۷۴) ☆ گویا آپ ﷺ نے نہ صرف گدھوں کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا جائز قرار دیا بلکہ درندوں کے جھوٹے پانی سے بھی وضو کو جائز قرار دیا۔(۷۵) مشرکین و کفار میں سے آپ ﷺ پر عیب جوئی کرنے والوں کے لیے جو آیات اتریں ان میں سے ایک آیت: "الذین جعلوا القرآن عضین "(۷۶) بھی اتری۔امام سہیلی اس آیت میں مذکور لفظ عضین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عضین عضة سے مشتق ہے اس کا معنی ہے تفریق ڈالنا اور حدیث میں ہے کہ "لا تعضية الا ما احتمله القسم" (۷۷) (میراث میں صرف اسی چیز کی تقسیم ہوگی جو احتمال تقسیم رکھتی ہے) امام سہیلی یہاں لفظ کے معنی کی تعین میں پیش کی جانے والی حدیث سے متعلقہ فقہی احکام کا بھی ذکر ساتھ ہی کرتے ہیں۔لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ابن قاسم کے مذہب کے موافق ہے۔ان کی رائے یہ ہے کہ جس چیز کی تقسیم سے چیز کا نفع باقی نہ رہے یا شریکین کو نقصان پہنچے تو ایسی چیز تقسیم نہیں کی جائے گی۔جبکہ یہ رائے امام مالک کی رائے کے خلاف ہے اور امام مالک کی حجت اللہ تعالیٰ کا قول: "مما قل منه أو كثر" (۷۸) ہے۔(۷۹)

خلاصۂ بحث:

بہر حال امام سہیلیؒ کی الروض الانف سرمایہ سیرت میں بلند مقام کی حامل ہے اور اپنے منفرد اسلوب کی وجہ سے نہ صرف ہر دور میں توجہ کا مرکز رہی اور بنیادی مصدر سیرت قرار پائی بلکہ مباحث سیرت کے تنوع اور سیرت نگاری کے مختلف اسالیب و مناھج کے لیے محرک بھی ثابت ہوئی۔ مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں فقہ السیر ۃ کے حوالے سے امام سہیلی کے اسلوب و منہج کو درج ذیل نکات کی صورت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ استنباط و استخراج احکام اور مباحث فقہیہ میں قرآن حکیم سے استدلال کو اولیت دی گئی ہے۔

۲۔ احادیث و آثار اور دیگر روایات سیرت کو بطور استدلال و استشہاد استعمال کیا گیا ہے۔

۳۔ امام سہیلی خود بھی روایات پر حکم لگاتے ہیں نیز تعارض روایات کی صورت میں تعارض رفع کرنے یا تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۴۔ روایات کی استنادی حیثیت کا تعین کیا گیا ہے نیز روایات کے ضعف و اضطراب کی طرف بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

۵۔ بعض ضعیف و کمزور روایات سے استنباط احکام کی مثالیں بھی کتاب میں موجود ہیں۔

۶۔ فقہاء اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل) کی فقہی آراء کے بیان کے ساتھ ساتھ دیگر فقہاء کی آراء کو بھی بطور حجت پیش کرتے ہیں۔

۷۔ مسائل فقہیہ کے بیان میں امام سہیلی کا رویہ اگرچہ معتدل و متوازن ہے لیکن بعض مسائل میں مالکی فقہ کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔

۸۔ فقہاء کے اقوال کی کمزوری بیان کرتے ہوئے ایک فقیہ کی رائے کو دوسرے فقیہ کی رائے پر ترجیح دی گئی ہے۔

۹۔ فقہی مباحث کے علاوہ اصولی مباحث بھی کتاب کا حصہ ہیں۔ نیز فقہی مباحث اور استنباط مسائل فقہیہ میں اصول فقہ کا اطلاق و انطباق بھی بہت نمایاں ہے۔

۱۰۔ الروض الانف میں فقیہانہ رنگ اس قدر غالب ہے کہ بعض مقامات پر خالصتاً لغوی و نحوی بحثوں میں بیان کردہ امثلہ کے ضمن میں بھی فقہی نکات اخذ کیے گئے ہیں یا فقہی مباحث کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

۱۱۔ امام سہیلی نے اپنی شرح میں جن مصادر و مراجع سے استفادہ کیا ہے ان میں بہت وسعت اور تنوع ہے۔

۱۲۔ اگر یہ کہا جائے کہ سیرت نگاری میں فقہ السیر ۃ کو باقاعدہ طور پر اپنانے والے پہلے سیرت نگار امام سہیلیؒ ہیں تو یہ غلط نہ ہوگا۔

۱۳۔ الروض الانف میں اختیار کردہ منہج مابعد عربی و اردو سیرت نگاری میں فقہ السیر ۃ کے اسلوب کے لیے محرک اور رجحان ساز ثابت ہوا۔

۱۴۔ محدثین و مفسرین اور سیرت نگار حضرات، مثلاً ابن قیم، ابن کثیر اور امام قسطلانی وغیرہم، کی کتب میں الروض الانف میں امام سہیلیؒ کے اخذ کردہ فقہی نکات سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۱۵۔ اخذ کردہ احکام کا تعلق زندگی کے تمام پہلوؤں (عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت و معیشت) سے ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱ امام سہیلیؒ کے تفصیلی حالات زندگی کے لیے دیکھئے:

(i) ابن خلکان، احمد بن محمد بن أبی بکر (۶۸۱ ھ)، وفیات الأعیان وانباء ابناء الزمان، تحقیق، الدکتور احسان عباس، بیروت، دار صادر، (س ن) ۱۴۳/۳۔۱۴۴

(ii) عمیرۃ الضبی، ابوجعفر احمد بن یحیی (۵۹۹ ھ)، بغیۃ الملتمس، بیروت، المکتبۃ العصریۃ، ۱۴۲۶ھ ص ۳۴۱۔۳۴۰

(iii) ابن فرحون مالکی (م ۷۹۹ ھ)، الدیباج المذھب فی معرفۃ أعیان علماء المذھب، القاہرہ، دار التراث، (س ن) ۴۸۰/۱

(iv) الصفدی، صلاح الدین خلیل (۷۶۴ ھ)، نکت الھمیان فی نکت العمیان، الظاہر، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰، ص ۱۸۷

(v) ابن العماد الحنبلی، عبدالحیی بن احمد، أبوالفلاح (۱۰۸۹ھ)، شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، بیروت، دار المسیرۃ، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء، ۲۷۱/۴۔۲۷۲

(vi) التلمسانی، أحمد بن المقری، (۱۰۴۱ھ)، نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب، بیروت، دار صادر۔ (س ن) ۴۰۰/۳۔۴۰۱

۲۔ فقہ السیرۃ کی اصطلاح کا جہاں تک تعلق ہے تو اس اصطلاح کو لغوی و اصطلاحی ہر دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے فقہ السیرۃ کا ایک معنی تو نبی کریم ﷺ کے احوال و آثار اور حیات و واقعات سے تعلق رکھنے والے علوم وفنون کا گہرا فہم و ادراک ہے جبکہ اصطلاحی معانی میں اس سے مراد واقعات سیرت سے شرعی احکام، مواعظ وحکم اور دروس وعبر کا استنباط ہے بیسویں و اکیسویں صدی کی کتب سیرت میں بھی یہ لفظ انہی اصطلاحی معنوں (یعنی واقعات سیرت سے فقہی احکام، مواعظ وحکم، دروس وعبر وغیرہ کے استنباط) کے لیے استعمال کیا گیا ہے امہات کتب سیرت میں باقاعدہ طور پر فقہ السیرۃ کی اصطلاح استعمال نہیں کی گئی لیکن اس فن کے تحت واقعات سیرت سے اخذ واستنباط ضرور کیا گیا ہے۔ لہٰذا یوں کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح دیگر علوم کی بنیادیں پہلے موجود تھیں اور باقاعدہ فن کے طور پر وہ علوم بعد میں وجود میں آئے اسی طرح فقہ السیرۃ کے بارے میں بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ امہات کتب سیرت میں اس کی بنیادیں پائی جاتی تھیں جسے بیسویں صدی میں باقاعدہ ایک اصطلاح رفن کے طور پر متعارف کروایا گیا۔

۳۔ السہیلی، عبدالرحمٰن عبداللہ الخثعمی (۵۸۱ ھ)، الروض الانف، القاہرہ، دار الحدیث، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ ۱۴/۱ ۴۔ الشوریٰ: ۱۳

۵۔ امام سہیلیؒ کے اس قول کی وضاحت اور تائید امام الطبری کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں ''فآمن لہ لوط وکان ابن اخیہ وھو لوط بن ھاران بن تارخ وھاران ھو اخو ابراھیم...... وآمنت بہ سارۃ وھی ابنۃ عمہ وھی سارۃ بنت ھاران الأکبر عم ابراھیم'' (دیکھیے: الطبری، محمد بن جریر، ابوجعفر (۳۱۰ ھ)، تاریخ الأمم والملوک، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۸/۱)

۶۔ الروض الانف، ۱۴۰/۱۔۱۴۱/ ابن قتیبہ الدینوری، (۲۷۶ھ)، المعارف، بیروت، احیاء التراث الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء، ص ۱۵

۷۔ شجر حرم کے کاٹنے اور اس کی دیت وغیرہ سے متعلق محدثین وفقہاء کی اختلافی آراء کے لیے دیکھئے:

(i) ابن بطال، علی بن خلف بن عبدالملک، (۴۴۹ ھ)، شرح صحیح البخاری لابن بطال، ضبط وتحقیق، ابوتمیم یاسر بن ابراھیم، الریاض، مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء، ۴۹۶/۴

(ii) ابن حزم، علی بن احمد بن سعید، أبی محمد، (۴۵۶ ھ)، المحلی، بیروت، دار الفکر، (س ن)، ۲۶۰/۴

(iii) ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ أبی عمر (۴۶۳ ھ)، الاستذکار، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۷ء، ۳۹۲/۴

(iv) القرافی، احمد بن ادریس، شہاب الدین (۶۸۴ ھ)، الذخیرۃ تحقیق، الدکتور محمد حجی، بیروت، دار الغرب الإسلامی، ۱۹۹۴ء، ۳۳۷/۳

(v) ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، ابومحمد، المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۵ھ، ۳۶۱/۳

(vi) ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن احمد (۸۵۲ھ)، فتح الباری شرح صحیح البخاری، لاھور، دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ۴۴/۴

(vii) العینی، بدرالدین أبی محمد محمود بن أحمد (۸۵۵ھ)، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، بیروت، احیاء التراث العربی (س ن) ۱۶۰/۸

۸۔ الروض الانف، ۲۶۱/۱۔۲۶۲ ۹۔ ایضاً، ۲۷۵/۱۔۲۷۶ ۱۰۔ ایضاً، ۳۲۳/۱۔۳۲۵/ شرح ابن بطال ۲/۱۱

☆ ابن حجر عسقلانی نے امام سہیلی کے اس استدلال کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''وقد أبعد من استدل به علی جواز تحلیة المصحف وغیرہ بالذهب لأن المستعمل له الملک فیحتاج الی ثبوت کونهم مکلفین بما کلفنا به ووراء ذلک إن ذلک کان علی أصل الاباحة لأن تحریم الذهب إنما وقع بالمدینة''۔ (دیکھیے: فتح الباری ۴۶۰/۱)

۱۱۔ الروض الانف، ۴۱۲/۱/ أبو عبید، القاسم بن سلام، کتاب الأموال، مکة المکرمة، دارالباز للنشر والتوزیع، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، ص ۴۶۴ ۱۲۔ ایضاً، ۴۱۲/۱

۱۳۔ آل محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے غلاموں کے لیے صدقہ کے حلال اور حرام ہونے کے حوالے سے تفصیلی بحث دیکھیے: ابن عبدالبر، الاستذکار، ۶۱۲/۸

۱۴۔ الروض الانف، ۴۱۲/۱۔۴۱۳ ۱۵۔ النحل: ۱۰۶

۱۶۔ الروض الانف، ۹۶/۲۔۹۸ ۱۷۔ ایضاً ۱۵۶/۲، اس حوالے سے مزید دیکھیے: فتح الباری ۵۵۸/۶

۱۸۔ ایضاً، ۲۲۱/۲ ۱۹۔ ایضاً، ۲۱۸/۲

۲۰۔ ایضاً، ۲۸۶/۲ ۲۱۔ ایضاً، ۳۸۶/۲ ۲۲ ایضاً ۲۶۲/۳

۲۳ ایضاً، ۲۶۰/۳/ صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذ اخلیلا، رقم الحدیث، ۳۴۵۶

۲۴ ایضاً، ۲۶۰/۳ ۲۵۔ ایضاً، ۲۷۰/۳

۲۶ ایضاً، ۴۲۸/۳۔۴۲۹ ۲۷۔ ایضاً، ۴۵۰/۳

۲۸ ایضاً، ۴۶۳/۳/ مزید دیکھیے: القاضی عیاض بن موسی الیحصبی، أبی الفضل (م ٥٤٤ھ)، إکمال المعلم بفوائد مسلم و معه تنبیه المعلم بمبهمات صحیح مسلم للشیخ موفق الدین احمد بن ابراهیم بن محمد المعروف بسبط العجمی (٨٨٤ھ)، وفی مقدمته الغنیة فهرست شیوخ القاضی عیاض للقاضی عیاض وعلل الأحادیث فی کتاب الصحیح للشیخ أبی الفضل بن عمار الشهید، بیروت، دارالکتب العلمیة، ١٤٢٧ھ/٢٠٠٦ء، ١٠٨/٦/ فتح الباری ٤٠٩/٧

۲۹۔ الروض الانف، ۴۲/۴ ۳۰۔ الاحزاب: ۵۷

۳۱۔ قرین ساتھی اور شریک کو کہتے ہیں قرآن مجید میں یہ لفظ آیت ''ومن یکن الشیطان له قرینا فساء قرینا'' (النساء: ۳۸) میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا ایک معنی زوج بھی ہے۔ (دیکھیے: سعدی أبو حبیب، القاموس الفقهی۔ لغة واصطلاحاً، دمشق، دارالفکر، ۱۴۰۸ھ، ص ۳۰۱)

۳۲۔ الروض الانف ۴۲/۴/ مزید دیکھیے: القاضی عیاض بن موسی الیحصبی، أبی الفضل (م ۵۴۴ھ)، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ و بهامشه، مزیل الخفاء عن ألفاظ الشفاء، بیروت، دارالکتب العلمیة، ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء، ۱۸۴/۲ ۳۳۔ الروض الانف، ۵۵/۴

۳۴۔ تعزیت کے کھانے کی اصل کا تذکرہ کرنے کے ضمن میں امام سہیلی لکھتے ہیں کہ عرب تعزیت کے کھانے کو وضیمہ، شادی کے موقعہ پر پکائے جانے والے کھانے کو ولیمہ، سفر سے واپس آنے والے کے کھانے کو نقیعہ اور عمارت بنائے جانے پر پکنے والے کھانے کو وکیرہ کہتے تھے۔ (دیکھیے: الروض الانف، ۱۴۵/۴)

۳۵۔ الروض الانف، ۲۷/۴/ الجوینی، عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف، أبو المعالی، الإمام الحرمین، (۴۷۸ھ)، البرهان فی اصول الفقه، طبع علی نفقة صاحب السمو الشیخ خلیفه بن حمد، آل ثانی أمیر دولة قطر، الطبعة الأولی۔ ۱۳۹۹ھ، ۳۴۵/۱/ ابن العربی، القاضی أبو بکر (۵۴۳ھ)، المحصول فی أصول الفقه، الأردن، دارالبیارق، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، ص ۷۸

۳۶۔ الواقعۃ:۷۹ ۔۔۔ ۳۷۔ آل عمران:۶۴

۳۸۔ ایضاً،۲/۱۳۵۔۱۳۶ ۔۔۔ ۳۹۔ ایضاً،۲/۱۶۸/البقرۃ:۶۷

۴۰۔ الروض الانف،۴/۳۳۳/ابن ھشام، ابومحمد عبدالملک (م۲۱۳ھ)، السیرۃ النبویۃ، بیروت، داراحیاء التراث العربی (س ن)، ۳/۲۵۰

۴۱۔ ایضاً،۴/۳۳۳/ امام بخاری نے اس حدیث کو الادب المفرد میں روایت کیا ہے۔ (دیکھیے: البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الأدب المفرد، بیروت، دارالبشائر الاسلامیہ،۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹، باب قیام الرجل للرجل تعظیماً، ص۴۳) ۔۔۔ ۴۲۔ ایضا،۴/۳۳۳

☆ یعنی اگر طہارت کے بغیر قرآن کو چھونے کی ممانعت ہوتی تو آپ ﷺ ہرقل کو لکھے گئے مکتوب میں آیت قرآن نہ لکھتے، حالانکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ وہ نجس ہے اور آپ ﷺ کے مکتوب کو چھوئے گا بھی (لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے مکتوب میں آیت قرآن لکھی) امام سہیلی کی اس دلیل کا رد بھی کیا گیا ہے۔ بہرحال قرآن کو طہارت کے بغیر چھونے کی ممانعت یا اباحت کے حوالے سے محدثین، مفسرین اور فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس حوالے سے تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے:

(i) ابن بطال، شرح صحیح البخاری ابن بطال، ۱/۴۱۴ ۔۔۔ (ii) ابن عبدالبر، الاستذکار، ۶/۵۵

(iii) ابن عربی، محمد بن عبداللہ، ابی بکر (۵۴۳ھ)، احکام القرآن، القاھرہ، المکتبۃ التوفیقیۃ، (س ن)، ۴/۱۶۵، ۱۶۷

(iv) النووی، یحیی بن شرف، أبی زکریا (۶۷۶ھ)، المجموع شرح المھذب، الفجالۃ، المکتبۃ العالمیۃ، (س ن)، ۲/۷۲

(v) القرطبی، محمد بن احمد بن أبی بکر بن فرح الأنصاری (۶۷۱ھ)، الجامع لأحکام القرآن، تحقیق، ہشام سمیر البخاری، الریاض، دار عالم الکتب، ۱۷/۲۲۵

(vi) السیوطی، عبدالرحمٰن بن الکمال، جلال الدین، الدرالمنثور، بیروت، دارالفکر، ۱۹۹۳ھ/۸/۲۷

۴۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الجنایات، باب کیفیۃ القصاص ۳/۱۸۴

۴۴۔ الجرجانی، عبداللہ بن عدی (۳۶۵ھ)، الکامل فی ضعفاء الرجال، بیروت، دارالفکر (س ن)، ۳/۱۰۰۱/ابن حماد العقیلی، محمد بن عمرو بن موسیٰ (۳۲۲ھ)، الضعفاء الکبیر، بیروت، دارالکتب العلمیہ (س ن)۔ ۲/۱۲۱

۴۵۔ الذھبی، عبداللہ بن محمد بن احمد بن عثمان (۷۴۸ھ)، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، بیروت دارالمعرفۃ۔ ۴/۱۵۲/ایضاً، دیوان الضعفاء والمتروکین، بیروت، دارالقلم۔ ۱۴۰۸/۱۹۸۸ء۔ ۲/۳۷۲ ۔۔۔ ۴۶۔ البقرۃ:۱۹۴

۴۷۔ الروض الانف ۴/۱۸۶۔۱۸۷/صحیح مسلم، کتاب القسامۃ، باب ثبوت القصاص فی القتل، رقم الحدیث ۱۶۷۲

۴۸۔ الروض الانف ۴/۱۳۹/ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب الدابۃ تعرقب فی الحرب، رقم الحدیث، ۲۵۷۵

۴۹۔ الروض الانف،۴/۳۳۳ ۔۔۔ ۵۰۔ ایضاً،۲/۴۰۲

۵۱۔ ایضاً ۴/۴۴ ۔۔۔ ۵۲۔ ایضاً۔ ۴/۴۴/زادالمعاد۔ ۳/۲۶۷/فتح الباری ۳/۵۴۳/مرقاۃ المفاتیح ۵/۹

۵۳۔ ایضاً،۴/۱۷۶

☆ خضاب لگانے یا نہ لگانے کے حوالے سے فقہاء میں اختلاف ہے جس کی ایک بنیادی وجہ خضاب سے متعلقہ روایات کے ناسخ ومنسوخ ہونے میں اختلاف ہوتا ہے۔ روایات خضاب میں ناسخ ومنسوخ کے لیے دیکھیے: ابن شاھین، عمر بن احمد بن عثمان، ابی حفص (۳۸۵ھ)، ناسخ الحدیث و منسوخہ، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، ص۵۶۹۔۵۷۲

۵۴۔ الروض الانف۔ ۳/۲۹۶/صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام، رقم الحدیث ۲۷۶۲، ۲۷۶۳

۵۵۔ ایضاً/سنن الدارقطنی، کتاب الصیام، باب السواک للصائم، رقم الحدیث، ۵، ۲/۲۰۳

☆ روایت کچھ یوں ہے (حدثنا الحسین بن اسماعیل ثنا محمد بن اسحاق الخیاط ثنا أبو منصور ثنا عمر بن قیس عن أبی

ھریرہ قال لک السواک الی العصر فإذا صلیت العصر فألقه فانی سمعت رسول الله ﷺ یقول: خلوف فم الصائم أطیب عند الله من ریح المسک) (دیکھیے ابن حجر، احمد بن علی بن محمد العسقلانی (۸۵۲ھ)، تلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر، بیروت، دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ/۱۹۸۹، ۲۴۴/۱)

۵۶۔ الطحاوی، احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک بن سلمۃ، ابوجعفر، (۳۶۱ھ)، شرح معانی الآثار، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۳۹۹ھ، ۳۹۲/۱

۵۷۔ ایضاً ۱۸۸/۴

۵۸۔ الروض الانف ۶۲/۴ /امر کے فوری طور پر کسی کام کا تقاضا کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے بحث دیکھیے: البرھان فی اصول الفقہ، ۲۳۱/۱ /الخطابی، حمد بن محمد، ابوسلیمان (۳۸۸ھ)، معالم السنن شرح أبی داؤد، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء، ۱۷۰/۲

۵۹۔ ایضاً ۶۲/۴ ۶۰۔ ایضاً ۴۴۳/۱

۶۱۔ ایک مرتبہ حضرت سفیان بن عیینہ امام مالک کے پاس آئے امام مالک نے ان سے مصافحہ کر کے کہا اگر یہ بات بدعت نہ ہوتی تو میں آپ سے معانقہ ضرور کرتا۔ اس پر حضرت سفیان نے کہا مگر آنحضرت ﷺ نے، جو آپ سے اور مجھ سے بہتر تھے، معانقہ کیا۔ امام مالک نے کہا آپ کا مطلب ہے حضرت جعفر بن ابوطالب کا واقعہ، حضرت سفیان نے کہا ہاں! تو امام مالک نے کہا وہ واقعہ ایک مخصوص حبیب، یعنی حضرت جعفرؓ کے لیے تھا وہ ہر ایک کے لیے عام نہیں تھا۔ لہٰذا یہ ان کی خصوصیات میں سے ہے اس پر حضرت سفیان نے فرمایا ''جو بات جعفر کے لیے عام ہے وہ ہمارے لیے بھی عام ہے اور جو بات ان کی خصوصیات میں سے ہے وہ ہماری بھی خصوصیات میں سے ہے'' (دیکھیے۔ فتح الباری۔ ۵۹/۱۱)

۶۲۔ الروض الانف ۱۱۲/۴ ۶۳۔ ایضاً ۱۶۸/۴

۶۴۔ قتل جاسوس کے حوالے سے مختلف فقہاء کی آراء کے لیے دیکھیے: القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۸/۴۹۔۵۳

۶۵۔ النحل: ۵ ۶۶۔ ایضاً: ۸ ۶۷۔ الروض الانف ۹/۴ ۷

۶۸۔ جس استدلال کو امام سہیلی نے عمدہ قرار دیا ہے اسی استدلال کا امام قسطلانی نے دلائل کے ساتھ رد کیا ہے (دیکھئے: القسطلانی، احمد بن محمد، (م ۹۲۳ھ)، المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، رضا مجرات الھند، مرکز اہل سنت برکات (س ن)، ۵۳۱/۱،

۶۹۔ مؤطا میں یہ روایت کچھ یوں ھے: "أخبرنا مالك أخبرنا ابن شهاب عن سالم و حمزة ابنيى عبدالله بن عمر عن ابن عمر: ان رسول الله ﷺ قال إن الشؤم فی المرأة والدار والفرس" (دیکھیے: مالك بن أنس ابوعبدالله الأصبحی، موطأ الإمام مالك (رواية محمد بن الحسن)، دمشق، دارالقلم، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۱، ۴۷۰/۳) بخاری و مسلم میں بھی یه روایت موجود ھے، (صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب مایذکر من شؤم الفرس، رقم الحدیث ۱۰۴۹/ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطیرة والفال ومایکون فیه الشؤم، رقم الحدیث ۵۹۳۷) لیکن بخاری و مسلم میں ھی روایات موجود ھیں که جب آپ ﷺ کے سامنے بدشگونی کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا"إن كان الشؤم فی شیٔ ففی الدار والمرأة والفرس"یا"إن یکن من الشوم شیٔ حق ففی الفرس والمرأة والدار"(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب مایتقی من شؤم المرأة، رقم الحدیث ۴۸۰۶/صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطیرة والفأل ومایکون فیه الشؤم، رقم الحدیث ۵۹۴۳)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت مروی ہے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ٹھیک یاد نہیں رہا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کی مجلس میں داخل ہو رہے تھے تو آپ ﷺ فرما رہے تھے ''اللہ یہودیوں کو ہلاک

کرے وہ گمان رکھتے ہیں کہ بدشگونی عورت، گھوڑے اور گھر میں ہوتی ہے‘‘ پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کے آخری حصہ کو تو سنا جبکہ وہ پہلے حصہ کو نہ سن سکے (دیکھیے: الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، ابوالقاسم، مسند الشامین، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء، ۴/۳۴۲)

۷۰۔ ایضاً، ۳/۶۰ ۷۱۔ الکہف: ۲۲ ۷۲۔ الروض الانف ۲/۷۱۔۷۲

۷۳۔ مطبوعہ الروض الانف (دار الحدیث القاہرہ۔ ۲/۷۲) میں یہ لفظ ’’الخمر‘‘ لکھا ہے اور اسی طرح اس کتاب کے ترجمہ ’’شرح سیرت ابن ہشام ترجمہ الروض الانف‘‘ (مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔ ۲/۱۱۴) میں بھی اس کا ترجمہ شراب کیا گیا ہے حالانکہ یہ لفظ الحمر (جمع حمار) ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ انہی معنوں (کانھم حمر مستنفرۃ) (المدثر: ۵۰) میں استعمال ہوا ہے۔ (دیکھیے: الراغب الاصفہانی، ابوالقاسم الحسین بن محمد (۵۰۲ھ)، المفردات فی غریب القرآن، لبنان، دار المعرفۃ، (س ن) ص۔ ۱۳۱) نیز تمام متون احادیث میں حمر کا لفظ ہی آیا ہے۔

۷۴۔ الدارقطنی، علی بن عمر ابوالحسن (۳۸۵ھ) سنن الدارقطنی، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء۔ ۱/۶۲/ الشافعی، محمد بن ادریس، ابوعبداللہ (۲۰۴ھ)، مسند الشافعی، بیروت، دار الکتب العلمیۃ (س ن) ص۔ ۸

☆ امام نووی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے: المجموع شرح المہذب ۱/۲۱۷

۷۵۔ الروض الانف، ۲/۷۲ ۷۶۔ الحجر: ۹۱

۷۷۔ الروض الانف ۲/۱۸/ البیہقی احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ، ابوبکر (۴۵۸ھ) سنن البیہقی الکبریٰ، مکۃ المکرمۃ، مکتبۃ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء، ۱۰/۱۳۳/ ابوعبید، القاسم بن سلام الہروی (۲۲۴ھ) غریب الحدیث، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۳۹۶ھ، ۲/۷

۷۸۔ النساء: ۷ ۷۹۔ الروض الانف، ۲/۱۸